مولانا محمد شہاب الدین ندوی صاحب (بنگلور (انڈیا)

سائنسی میدان میں مسلمانوں کا عروج وزوال اور اس کے اسباب واثرات اور تلافی مافات

(آخری قسط)

مسلم حکومتوں کا زوال اور اس کے نتائج : سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں موجودہ مسلم معاشرہ کی پس ماندگی میں بعض تاریخی اسباب کا فرما نظر آتے ہیں اور اس سلسلہ میں سب سے بڑا عامل یہ ہے کہ قرون وسطی میں مسلم حکومتوں کے زوال کے باعث مسلم معاشرہ کا سائنسی علوم سے رشتہ پوری طرح ٹوٹ چکا ہے، جسکی وجہ سے نہ صرف عالم اسلام سخت نقصان سے دوچار ہوا بلکہ اس کے منفی اثرات سے مسلم معاشرہ بھی بچ نہیں سکا ہے۔ واضح رہے سائنسی علوم میں اہل اسلام کی پس ماندگی محض دنیوی اعتبار ہی سے نہیں بلکہ دینی وشرعی اور فکری نظریاتی اعتبار سے بھی ہے۔ دنیوی اعتبار سے ظاہر ہے کہ جو قوم مادی علوم میں پیچھے ہو جائے وہ تمدنی، عسکری اور سیاسی میدان میں بھی دیگر قوموں سے پیچھے ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ علوم آج قوت وطاقت اور رُعب ودبدبے کا مظہر قرار پا چکے ہیں اور جہاں تک دینی وشرعی معاملات کا تعلق ہے تو جدید علوم ومسائل کی روشنی میں فطرت وشریعت کے درمیان تطبیق دیگر مسلم معاشرہ میں توازن قائم رکھنے کی بھی ضرورت پڑتی ہے تاکہ فکری ونظریاتی اعتبار سے اہل اسلام اور خاص کر نوجوان طبقے کو قابو میں رکھا جاسکے ورنہ فطرت وشریعت میں تناقص کے باعث معاشرہ میں فکری انتشار پیدا ہو سکتا ہے۔ بالفاظ دیگر دین ودنیا میں تفریق کے باعث معاشرہ پر منفی اثرات پڑتے ہیں جو دین سے برگشتگی کا باعث ہو سکتے ہیں، اسی لئے اسلام جیسے دین فطرت نے دوراندیشی کا ثبوت دیتے ہوئے فطرت وشریعت دونوں میدانوں میں جامع ہدایات دے کر مسلم معاشرہ کی ہر اعتبار سے رہنمائی کی ہے۔ مگر قرون وسطی میں مسلم حکومتوں کے زوال کے باعث مسلم معاشرہ میں جو ہمہ جہتی زوال آیا تو اس کے نتیجے میں نہ صرف عالم اسلام کو سخت نقصان پہنچا بلکہ مسلم معاشرہ بھی پس ماندہ بن کر فکری انتشار اور

قنوطیت کا شکار بن گیا، مگر اس سلسلے میں سب سے زیادہ تلخ حقیقت یہ ہے کہ علمائے اسلام کی عقلیں تک ماند پڑ گئیں اور وہ کتاب الٰہی کی روشنی میں اُمت مسلمہ کی صحیح رہنمائی کرنے سے عاجز ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے دین و شریعت کا ایک محدود دائرہ بنا کر اسلام کی تمدنی و اجتماعی تعلیمات کو بالکل نظر انداز کر دیا، گویا کہ کتاب الٰہی میں ان کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ اس اعتبار سے آج اسلام کا دائرہ محض عبادات و اخلاق اور چند معاملات زندگی تک محدود ہو کر رہ گیا ہے، حالانکہ اسلام ایک مکمل دین اور مکمل تہذیب کا حامل ہے اور وہ جسطرح شرعی و اخلاقی معاملات میں اہل اسلام کی رہنمائی کرتا ہے بالکل اسی طرح وہ تمدنی و اجتماعی معاملات میں رہنمائی کرنے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے۔ چنانچہ اسلام کے مکمل دین ہونے کا جو اعلان کیا گیا ہے وہ ہر حیثیت سے ایک کامل دین ہونے کا مظہر ہے :

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً" آج میں نے تمھارے لئے تمھارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام کو تمھارے لئے بحیثیت ایک دین کے پسند کر لیا ہے۔ (مائدہ : ۳) اس سلسلے میں امام شافعیؒ کا دعویٰ تھا کہ جب بھی کسی مسلمان کو کوئی مسئلہ پیش آجائے تو اسکا حل کتاب اللہ میں ضرور مل جائے گا۔

قال الشافعی : فلیست تنزل بأحدمن أهل دین الله نازلة' الاوفی کتاب الله الدلیل علی سبیل الهدی فیها۔ (۱) اور یہ مسائل صرف دینی و شرعی معاملات ہی سے متعلق نہیں بلکہ وہ تمام فکری و نظریاتی اور تمدنی و اجتماعی معاملات سے بھی متعلق ہیں اور اس اعتبار سے کتاب الٰہی میں ہر مسئلے اور ہر قضیہ کا حکم موجود ہے کیونکہ ایک مؤمن و مسلم صرف حکم الٰہی ہی کا پابند ہے اسلئے ارشاد باری تعالیٰ ہے : ان الحکم الاالله' یقص الحق وهوخیرالفاصلین "حکم کرنا صرف اللہ کا کام ہے' یہ حق بات بیان کرتا ہے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ (انعام : ۵۷)"

ان الحکم الاّلله ' امرالاتعبدو ا الاایاہ' ذلک الدین القیم : حکم صرف اللہ ہی کا ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ صرف اسی کی بندگی کی جائے۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ (یوسف : ۴۰)

(۱)۔ الرسالۃ' ایڈٹ کردہ احمد محمد شاکر' ص ۲۰' مطبوعہ مصر' ۱۹۷۹ء نیز ملاحظہ ہو : الاتقان فی علوم القرآن' جلال الدین سیوطی' ۲/۱۶۰' مصر' ۱۹۷۸ء

خلافت ارض اور علم الاشیاء : الغرض مسلم معاشرہ کی اس پسماندگی کا بنیادی اور سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ اہل اسلام نے مجموعی اعتبار سے اس علم کو بھلادیا جس پر قرآنی نقطہ نظر سے "خلافت ارض" کا دارومدار ہے یعنی "علم الاشیاء" یا قرآن کی اصطلاح میں "علم الاسماء" جس میں رُسوخ حاصل کئے بغیر دین وشریعت کو استحکام حاصل نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ علم دین وشریعت کے لئے ایک باڈی گارڈ کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ علم انسان اول (حضرت آدم علیہ السلام) کو نہ صرف آپکی تخلیق کے فوراً بعد عطا کر دیا گیا بلکہ اس کی تدریس علم شریعت پر بھی مقدم رکھی گئی اور پھر مزید یہ کہ اس علم سے مشرف ہونے کی بدولت آپ کو فرشتوں پر فضیلت بھی دے دی گئی۔ یہ علم کیا تھا سوائے اشیائے عالم کے "ناموں" کے ؟۔ "وعلم آدم الاسماء کلھا" : اور اس نے آدمؑ کو تمام چیزوں کے نام بتادئے (بقرۃ : ۳۱)۔ مفسرین نے تحریر کیا ہے کہ تمام چیزوں اور انکے ناموں سے مراد کل مخلوقات وموجودات کے نام، انکے خواص وتاثیرات اور انکے دینی ودنیوی حیثیت سے منافع کا علم ہے۔ (۲) اور یہی وہ چیزیں اور ان کے خواص وتاثیرات (فزیکل پراپرٹیز) ہیں جو جدید سائنسی علوم کا موضوع بحث ہیں۔ بالالفاظ دیگر جدید سائنسی علوم جن چیزوں سے بحث کرتے ہیں ان کا تعلق یا تو جمادات وسماوات سے ہے یا پھر حیوانات ونباتات سے۔ لہذ سائنسی علوم کا دائرہ مخلوقات الٰہی سے باہر نہیں ہے۔ اس موقع پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان اول کو اس علم کی تعلیم کس لئے دی اور اسکی غرض وغایت کیا ہے ؟ تو اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے چونکہ حضرت آدمؑ کو زمین پر خلیفہ بنا کر پیدا کیا گیا تھا اسلئے ضروری تھا کہ جو ہستی زمین پر خلیفہ بن کر آنے والی ہو وہ پہلے زمینی اشیاء سے صحیح صحیح تعارف حاصل کر لے، تاکہ موجودات عالم سے ناواقفیت کے باعث وہ کسی مشکل یا خطرے میں نہ پڑ جائے۔ اسی لئے باری تعالیٰ نے خلیفہ اول کو نظریاتی اعتبار سے تمام چیزوں کے "نام" اور انکے "کام" پہلے ہی سے بتادئے تاکہ وہ ان اشیاء کا صحیح استعمال بھی کر سکے۔ چنانچہ اس واقعہ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جو قوم اشیائے عالم

(۲)۔ خلاصہ از تفسیر ابن جریر : ۱/۱۷۰، تفسیر ابن کثیر : ۱/۷۳، تفسیر کشاف : ۱/۲۷۲، تفسیر کبیر : ۲/۱۹۳، احکام القرآن جصاص رازی : ۱/۳۱، تفسیر المنار : ۱/۲۶۲

اور انکے "خواص و تاثیرات" (فزیکل پراپرٹیز) کو یاد رکھے گی وہ زمین پر حیثیت خلیفہ برقرار رہے گی اور اسکی دھاک دیگر قوموں پر قائم ہو جائے گی جس طرح کہ حضرت آدمؑ کو اس سے مشرف ہونے کے باعث فرشتوں پر فضیلت عطا کی گئی تھی۔ بالالفاظ دیگر جو قوم اس علم سے تہی مایہ ہو وہ اس علم میں برتر قوموں کی دست نگر بن کر رہ جائے گی (۳)۔ چنانچہ آج یہ صورتحال واضح طور پر ہمارے سامنے موجود ہے اور اس کیلئے مثالیں پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج مسلم معاشرہ میں جو فکری انتشار اور مسلم نوجوانوں میں جو مایوسی کے جذبات پائے جاتے ہیں وہ اس علم کو فراموش کر دینے ہی کے نتیجے میں ظہور پزیر ہوئے ہیں اور یہ وہ علم ہے جو ہمارے دین و دنیا دونوں کی بھلائی کا ضامن تھا اور ہے۔ لہذا اہل اسلام جب تک اس علم سے چھوت چھات برتتے رہیں گے ان کی مایوسی اور بے چارگی کا یہی عالم رہے گا، کیونکہ یہ علم فکری، شرعی، تمدنی، اجتماعی، سیاسی اور بین الاقوامی ہر لحاظ سے انتہائی اہم اور قوموں کی کامیاب زندگی کا ضامن ہے۔ لہذا جو قوم اس علم سے عاری ہو جائے وہ زمین پر خلیفہ کہلانے کی مستحق نہیں ہو سکتی۔ اس لحاظ سے امت مسلمہ اور خاص کر نوجوان طبقہ کو دوبارہ دنیا کے اسٹیج پر لانے کیلئے ضروری ہے کہ مسلم معاشروں میں "علم الاشیاء" یا "علم الاسماء" کا پھر سے پرچار کیا جائے، یعنی "علم آدم" سے دوبارہ اپنا رشتہ استوار کیا جائے، تاکہ ہماری کھوئی ہوئی شان و شوکت اور عظمت رفتہ دوبارہ حاصل ہو سکے۔

بعض تاریخی حقائق : یہ قرآن عظیم کی مثبت رہنمائی ہی کا نتیجہ تھا کہ قرون وسطی میں امت مسلمہ نے سائنس کے میدان میں زبردست کامیابیاں حاصل کیں اور علمی دنیا کو علوم و فنون اور جدید سائنس کا تحفہ دیا۔ جدید سائنس کی ابتداء قرون وسطی میں اہل اسلام ہی کی تحقیقات سے ہوئی ہے۔ چنانچہ آٹھویں صدی سے لے کر تیرہویں صدی عیسوی تک اس میدان میں ان کا کوئی مدمقابل نہیں تھا۔ بلکہ اس دور میں یورپ جہالت کی تاریکیوں سے گزر رہا تھا، پھر مسلمانوں کی علمی ترقیوں کی بدولت مغربی قوموں میں بھی رفتہ رفتہ بیداری آئی اور وہ بھی علوم و فنون اور تسخیر کائنات

---

(۳)۔ یہ بحث راقم سطور کی کتاب "اسلام کی نشاۃ ثانیہ قرآن کی نظر میں" کا خلاصہ ہے جو مجلس نشریات اسلام کراچی سے شائع ہو چکی ہے۔

کے میدان میں آگے بڑھنے لگیں۔ چنانچہ چودہویں صدی سے سولہویں صدی عیسوی کے عرصے میں یورپ میں علمی احیاء کا عمل ظاہر ہوا' جو اس کا "دور احیاء" (RENAISSANCE) کہلاتا ہے' پھر اسکے بعد جس رفتار سے یورپ علمی وفنی میدان میں ترقی کرتا گیا، اسی رفتار سے عالم اسلام اس میدان میں پیچھے ہوتا گیا کیونکہ اس دوران مسلم حکومتیں سیاسی وعسکری میدان میں پسپا ہو چکی تھیں اور اس سلسلے میں زوال اسپین (۱۴۹۲ء) سلطنت اسلامیہ کے زوال کی آخری کڑی تھی۔ اس حادثہ فاجعہ کے بعد عالم اسلام پر پوری طرح جمود طاری ہو گیا اور یہ ایک دلخراش تاریخی حقیقت ہے۔

اُمت مسلمہ کا سنہرا دور : بہر حال امت مسلمہ نے قرآنی دعوت فکر سے سیراب ہو کر جدید سائنسی علوم کی جو بنیاد ڈالی اور تجربات و مشاہدات کے ذریعہ جو علمی کارنامے انجام دئے وہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ چنانچہ خاص کر بغداد، سسلی اور قرطبہ وغیرہ میں سائنسی تجربہ گاہیں، رصد گاہیں اور علمی مراکز قائم کر کے طبیعی اور حیاتیاتی علوم کو خوب ترقی دی اور ریاضیات، ہندسہ، فلکیات، طب، نباتیات، کیمیا اور طبیعیات وغیرہ میں تجربات کر کے ہزاروں کتابیں تصنیف کیں۔ قدیم یونانی سائنس کو تجربے و مشاہدے کی کسوٹی پر پرکھ کر کھرے اور کھوٹے کو الگ کیا جو محض نظریات و مفروضیات پر مبنی تھی اور اس سلسلہ میں وہ بنیادی طور پر قرآنی فکر اور اس کی ثقافت سے متاثر تھے' جو ہر چیز کو تجرباتی و مشاہداتی نظر سے دیکھنے پر زور دیتا ہے۔ چنانچہ اس موضوع پر بعض قرآنی آیات پچھلے صفحات میں گزر چکی ہیں۔ اس لحاظ سے اُمت مسلمہ نے قرآنی دعوت کے مطابق ایک نئے طرز فکر کی بنیاد ڈالی اور عالم انسانی کو تجرباتی علوم کا تحفہ دیا اور یہ نیا علم دین و شریعت کے سائے میں پھلنے پھولنے لگا، جس کی وجہ سے مسلم معاشرے میں اس علم سے کبھی تنفر پیدا نہیں ہوا، بخلاف خالص فلسفیانہ مسائل کے جو اکثر و بیشتر دین و شریعت سے متعارض تھے اور اس سلسلے میں فقہاء و محدثین کو "علم کلام" سے جو چڑھ تھی وہ صرف فلسفیانہ مسائل کی وجہ سے تھی، نہ کہ نظام فطرت سے متعلق تجرباتی و مشاہداتی حقائق سے، کیونکہ نظام فطرت سے متعلق اکتشافات تو عین قرآنی دعوت فکر کے مطابق ہوتے ہیں جن سے اصول دین کا اثبات مقصود ہے۔

فطرت و شریعت میں تعارض نہیں ہے : جیسا کہ اوپر گزر چکا علمائے متقدمین اور خاص کر

امام غزالیؒ، امام رازیؒ اور امام ابن تیمیہؒ نے فطرت و شریعت میں مطابقت ثابت کر کے اہل اسلام کی صحیح رہنمائی کی ہے اور اس باب میں خصوصیت کے ساتھ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ کے فتاویٰ اور ان کی دیگر تحریریں بصیرت افروز ہیں۔ چنانچہ موصوف نے اس سلسلہ میں ایک قیمتی اور زرین اصول یہ بیان کیا ہے کہ عقل صحیح اور نقل صحیح میں کبھی تعارض نہیں ہو سکتا، یعنی عقل و تجربے کی رو سے ایسی کوئی حقیقت ثابت نہیں کی جاسکتی جو دین و شریعت سے ٹکرانے والی ہو، سوائے ان چیزوں کے جن میں کسی قسم کا اشتباہ یا اضطراب موجود ہو: "النصوص الثابتة فی الکتاب والسنة لایعارضها معقول بین قط، ولا یعارضها الا مافیه اشتباه واضطراب (۴) اس اعتبار سے فطرت و شریعت میں تطبیق کا عمل ہر دور میں جاری رہنا چاہیئے، تاکہ دین الٰہی کی برتری ہمیشہ ظاہر ہوتی رہے اور مسلم معاشرہ کبھی احساس کمتری میں مبتلا ہونے نہ پائے۔ مگر عصر جدید میں قدیم طرز فکر کے علماء نے اپنی کوتاہ فہمی کی بنا پر جب قرآن اور جدید علوم میں تطبیق کی مخالفت کرتے ہوئے اسلام کو جدید علوم و مسائل سے لاتعلق قرار دے دیا تو اس کے منفی اثرات مسلم معاشروں پر پڑے، جن کی وجہ سے فکری انتشار اور ایک نئی قسم کی تشکیک نے جنم لیا۔
لہذا اس منفی طرز عمل کو ترک کر کے مثبت طرز عمل اپنانے کی ضرورت ہے۔

محققین کے اعترافات: بہر حال اہل اسلام نے اپنے سنہرے ادوار میں تحقیقات و تجربات کے ذریعہ جو علمی کارنامے انجام دئے ہیں ان کا اعتراف بہت سے مغربی و مشرقی مفکرین اور اہل قلم نے کھلے ذہن کے ساتھ کیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں تاریخ عرب کا مصنف فلپ کے حتی لکھتا ہے: "آٹھویں اور تیرہویں صدی کے درمیان عربی بولنے والے ہی پوری دنیا میں تہذیب و تمدن کے مشعل بردار رہے ہیں۔ مزید براں وہی قدیم سائنس اور فلسفے کی بازیافت کا واسطہ بھی بنے۔ پھر ان علوم میں اضافہ کر کے انہیں اس طور پر منتقل کیا کہ (انہی کے باعث) مغربی یورپ کی نشاۃ ثانیہ ممکن ہو سکی۔ اس پورے عمل میں عربی اسپین (اندلس) کا بہت نمایاں حصہ ہے"۔ (۵)۔

(۴)۔ موافقة صحیح المنقول لصریح المعقول، از ابن تیمیہ: ۱/۱۲۶، دارالکتب العلمیة بیروت، ۱۹۸۵ء، نیز ملاحظہ ہو فتاویٰ ابن تیمیہ: ۶/۵۵۷، مطبوعہ دار الافتاء ریاض۔ (۵)۔ ہسٹری آف دی عربس، از فلپ کے حتی، ص ۵۵۷ دسواں ایڈیشن، مطبوعہ لندن، ۱۹۷۰ء

یہی مصنف ایک دوسری جگہ تحریر کرتا ہے: "عرب فضلاء نے صرف چند دہوں میں وہ سب کچھ حاصل کرلیا جس کو فروغ دینے میں یونانیوں نے صدیاں لگادی تھیں" (۶)۔ سائنسی میدان میں مسلمانوں کے تفوق اور برتری کا اعتراف انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں اس طرح کیا گیا ہے: "تقریباً ایک ہزار سال کے دوران سائنس یورپ میں خوابیدہ حالت میں رہی اور عربوں نے جنھوں نے نویں صدی عیسوی میں اپنا دائرہ عمل اسپین تک بڑھالیا تھا، سائنس کے محافظ و نگران رہے اور انہوں نے حیاتیاتی علوم میں بھی غلبہ حاصل کرلیا جیسا کہ انہوں نے دیگر علوم وفنون میں بھی فوقیت حاصل کرلی تھی"۔ (۷)

مشہور عرب فاضل جرجی زیدان نے فن طب میں اہل اسلام کے کارناموں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ: "مسلمانوں نے یونانیوں، فارسیوں، اہل ہند اور کلدانیوں کی طب کو جمع کرکے اس میں بہت زیادہ اضافہ کیا جیسا کہ ان کی طبی کتابوں کی مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ بطور مثال وہ اکثر وبیشتر جالینوس یا بقراط کی رائے بیان کرنے کے بعد اس پر تنقید کرتے ہوئے اس کی غلطی واضح کرتے اور صحیح بات بیان کرتے ہیں اور جن کتابوں کا انہوں نے ترجمہ کیا اور ان کی ترتیب وتبویب میں جو جدت دکھائی وہ اس کے علاوہ ہے۔ نیز اسی طرح انہوں نے قدماء کی کتابوں کی شرحیں اور ان کے ضمیمے تحریر کرنے کا فن بھی ایجاد کیا۔ چنانچہ ابن جلجل نے "دیقوریدس" کی کتاب کے ضمیمے میں ایسے عقاقیر کا تذکرہ کیا ہے جنہیں قدماء نہیں جانتے تھے" (۸)

مصری عالم احمد امین مسلمانوں کے نئے نئے اکتشافات کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ: "عربوں نے حساب، الجبرا، ہندسہ، فلکیات اور میکانکس وغیرہ میں مہارت حاصل کی۔ انہوں نے اہل یونان اور اہل ہند کے علوم سے استفادہ کیا۔ چنانچہ ان کی زندگی کے خاص تجربے نے ایسے اکتشافات کی طرف ان کی رہنمائی کی جو یونانیوں کے نزدیک معروف نہیں تھے۔ اور اس سلسلہ میں اکثر انصاف پسند مستشرقین نے ان کی بہت سی ایجادات کا اعتراف کیا ہے جن سے یونانی اور ہندی

---

(۶)۔ ہسٹری آف دی عربس، از فلپ کے حتی، ص ۳۰۷ دسواں ایڈیشن، مطبوعہ لندن، ۱۹۷۰ء

(۷)۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا: ۲/۱۰۱۸، ایڈیشن ۱۹۸۳ء (۸)۔ تاریخ التمدن الاسلامی، از جرجی زیدان: ۳/۲۰۲، بیروت

ناواقف تھے۔(۹) مشہور مغربی مفکر محمد اسد (سابق لیوپولڈ ویس) عربوں کے کارناموں اور انکی عبقریت پر روشنی ڈالتے ہوئے صاف تحریر کرتے ہیں کہ :"عربوں نے قدیم یونانی علوم کے احیاء کے سلسلے میں جو کچھ کیا وہ بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے پوری جدت کے ساتھ اپنے لئے ایک نئی علمی دنیا پیدا کی اور بحث کے نئے نئے طریقے ایجاد کئے اور انہیں بہتر بنایا۔ پھر انہوں نے اس پورے عمل کو مختلف واسطوں سے مغرب تک پہنچایا۔ لہذا جب ہم یہ کہیں تو کوئی مبالغہ نہیں ہو سکتا کہ وہ نیا علمی دور جس میں آج ہم سانس لے رہے ہیں' اس کا افتتاح نصرانی یورپ کے شہروں میں نہیں بلکہ دمشق' بغداد' قاہرہ اور قرطبہ جیسے اسلامی مرکزوں میں ہوا ہے"(۱۰)

سائنس اور معاشرہ : اس بحث سے بخوبی واضح ہو گیا کہ جدید تجرباتی علوم کی اساس و بنیاد ڈالنے اور انہیں ترقی دینے والے عرب مسلمان تھے۔ اور مسلمانوں کو اس راہ پر ڈالنے والا اسلام کا صحیفہ قرآن عظیم ہے۔ مگر اس موقع پر یہ حقیقت بھی واضح رہے کہ اس سائنسی علوم کی ترقی کی بدولت کسی بھی معاشرے پر ان کے اثرات پڑنا لازمی رہتا ہے' کیونکہ کوئی بھی معاشرہ سائنسی علوم کے اثرات سے آزاد نہیں رہ سکتا۔ لہذا اس موقع پر ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام جدید سائنسی علوم کی ترقی کے نتیجے میں کون سے فوائد حاصل کرنا چاہتا ہے ؟ اور اسکے کیا اغراض و مقاصد ہیں ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسکے بہت سے اغراض و مقاصد ہیں' جن میں سے بعض یہ ہیں :

(الف) اس عمل کے ذریعہ انسانی معاشروں میں سائنسی طرز فکر اور سائنسی مزاج پیدا ہو سکے, جسکے باعث مظاہر پرستی اور تاریک خیالی کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ (ب) نظام کائنات میں پنہاں اللہ کی نشانیاں (دلائل ربوبیت) منظر عام پر آجائیں' جسکے نتیجے میں اسلامی عقائد و تعلیمات کی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔ (ت) غلط افکار اور مادہ پرستانہ فلسفوں کا ابطال ہو جائے جسکے باعث منکرین حق پر خدا کی حجت پوری ہوتی ہے۔ (ث) خلافت ارض کے مقاصد پورے ہوں, یعنی سائنسی علوم کی ترقی سے ایک طرف خدا کی نعمتیں ظاہر ہوں تو دوسری طرف مسلم معاشرہ طاقتور بھی ہو, تاکہ وہ فوجی

(۹) ظہر الاسلام' احمد امین : ۲/ ۱۹۸' پانچواں ایڈیشن' بیروت' ۱۹۶۹ء (۱۰)۔ الاسلام علی مفترق الطرق (اسلام ایٹ دی کراس روڈ کا عربی ترجمہ) ص ۴۳' بیروت' آٹھواں ایڈیشن' ۱۹۷۴ء۔

اور سیاسی میدان میں آگے بڑھ سکے اور وہ مادی قوتوں سے لیس ہو کر جہاد کے ذریعہ دنیا سے ظلم وعدوان کو ختم کر کے عدل وانصاف قائم کر سکے۔ (ج) فطرت وشریعت میں مطابقت کے باعث مسلم معاشرہ متوازن رہے اور اسکے نتیجے میں اہل اسلام اور خاص کر نوجوان طبقے کے فکر ونظر کا تزکیہ بھی ہوتا رہے جو دین وشریعت پر ثابت قدمی کا باعث ہوگا (د) روحانیت اور مادیت کے ملاپ سے ایک خداپرستانہ تہذیب وجود میں آئے جو ایک مثالی اور آئیڈیل تہذیب اور افراط وتفریط سے پاک ہو۔ نیز اس کے علاوہ اور بھی بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں جنکی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

ارتداد کی ایک نئی لہر: اسلامی ممالک میں اگر یہ عمل قرون وسطی سے لے کر موجودہ دور تک تسلسل کے ساتھ جاری رہتا تو مسلم معاشرہ سائنسی علوم کے ثمرات وحاصلات سے ضرور متمتع ہوتا اور وہ تمام مقاصد بھی ضرور پورے ہوتے جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں اور اس عمل کے نتیجے میں وہ فکری انتشار ہرگز پیدا نہ ہوتا جو آج دین ودنیا کی تفریق کے باعث پایا جارہا ہے۔ چنانچہ مغربی ممالک کی اس میدان میں متاثر کرنے والی اور خیرہ کن ترقی کے باعث غیر ترقی یافتہ قومیں ان سے مرعوب ہو کر احساس کمتری میں مبتلا ہو چکی ہیں اور ترقی یافتہ قوموں کی ظاہری چمک دمک سے ان کی آنکھیں چکاچوند ہو چکی ہیں۔ لہذا وہ ان کے افکار ونظریات اور ان کے فلسفوں سے متاثر ہو کر انکی تقلید کرنا اور ان کی تہذیب اختیار کرنا اپنے لئے باعث فخر تصور کرتی ہیں۔ غرض آج پوری دنیا مغرب کی ساحری سے متاثر ہو کر اسے اپنا امام تسلیم کر چکی ہے اور اس کی تقلید کرنا اپنے لئے عزت وقار کا باعث سمجھتی ہے اور اس باب میں خود مسلمانوں کا وہ طبقہ اور خاص کر وہ نوجوان بھی شامل ہیں جو جدید علوم سے آراستہ ہو کر اسلامی ماحول اور اسلامی افکار واقدار سے دور ہو چکے ہیں اور مغربی تہذیب وتمدن کو اپنانے اور خود کو اس کے رنگ میں رنگ لینے ہی میں اپنی کامیابی اور نجات تصور کرتے ہیں اور ایسے لوگ مادی فلسفوں جیسے تشکیک، لاادریت، عقلیت، لادینیت، افادیت، لذتیت، اباحیت اور نظریہ ارتقاء وغیرہ پر یقین کرتے ہوئے دینی عقائد وافکار کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ اگرچہ مسلم گھرانوں اور مسلم ماحول میں بھی رہتے ہوں تب بھی ان کے اذہان پوری طرح "مغربی" نظر آتے ہیں اور ان کا چال چلن اور سوچنے سمجھنے کا انداز بھی

ری طرح مغربی بن کر رہ گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بھی ایک قسم کا ارتداد ہی ہے جسے ہم "ذہنی تداد" کہہ سکتے ہیں۔اس اعتبار سے آج جدید مادہ پرستانہ فلسفے پوری نوع انسانی کو "لوریاں" دے ے کر میٹھی نیند سلا رہے ہیں اور اخروی اعتبار سے اس کی "موت" کا سامان فراہم کر رہے ہیں۔

جالی تہذیب اور اس کا کھوکھلا پن : مغربی ممالک کی موجودہ تہذیب روحانیت سے عاری لب بے خدا تہذیب ہے جو یونان کی مادہ پرستانہ تہذیب کا نیا روپ ہے اور وہ محض مادیت کے سارے اور ظاہری طور پر روشن اور چمکیلی نظر آتی ہے مگر اندر سے بالکل کھوکھلی اور گھناؤنی بن چکی ہے، جو خود غرضی، عیاشی، عیاری و مکاری، دہشت گردی، جنگ بازی، قتل و غارت گری اور انسان نی پر یقین و ایمان رکھتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ مغربی معاشرہ خدا اور آخرت کو سر فراموش کر کے مادیات کے وادی میں کھو گیا ہے۔اور بقول محمد اسد "اس کی عبادت گاہیں بڑے ے کارخانے، سینما گھر، کیمیائی تجربہ گاہیں، رقص و سرود کے مراکز اور بجلی کے پاور ہاؤس ہیں اور س کے پیشوا بنک کار، انجینئر، فلم ڈائریکٹر، صنعت و حرفت کے قائدین اور ہوا باز ہیں"۔(۱۱)

غرض آج مغربی قومیں دنیوی عیش و عشرت میں مست و مگن ہو کر بدمستیوں اور ترمستیوں کے نئے نئے ذرائع اور نئے نئے وسائل کی تلاش و جستجو میں منہمک ہو چکے ہیں اور سوائے بطن و فرج کی آسودگی کے اور کوئی اعلیٰ وارفع مقصد ان کے پیش نظر نہیں ہے۔ گویا کہ یہ دو روزہ دنیوی عیش و آرام ہی ان کی جنت ہے۔

ع بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

دجالی فتنہ اور اس کی بعض علامتیں : یہ وہ نار فرنگ ہے جس میں آج سارا عالم جل رہا ہے اور کشاں کشاں موت کی وادی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ چنانچہ بعض احادیث میں یہ جو کہا گیا ہے کہ دجال کی جنت حقیقتاً دوزخ اور اس کی دوزخ حقیقتاً جنت ہو گی تو یہ بات آج مغربی ممالک کی دجالی تہذیب پر پوری طرح صادق آتی ہے اور اس کے علاوہ دجال کی بہت سی علامتیں بھی موجودہ مغربی تہذیب پر منطبق ہوتی ہیں۔ چنانچہ دجال کی ایک واضح علامت اس کا "کفر" بھی ہے جسے آج ہر شخص اپنے

۱۱) اسلام علی مفترق الطرق، محمد اسد، مترجم ڈاکٹر عمر فروخ، ص ۴۷۔۴۸

سر کی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے۔ اسی طرح دجال کی ایک اور علامت یہ بھی بتائی گئی ہے کہ وہ کانا یعنی ایک آنکھ کا ہوگا، جو انگور کے دانے کی طرح ابھری ہوئی اور بے نور ہوگی۔ چنانچہ موجودہ دجالی تہذیب ہر چیز کو ایک آنکھ سے دیکھتی ہے اور دوسری آنکھ ہمیشہ بند رکھتی ہے۔ خاص کر دینی و روحانی حقائق کو جھٹلانے کے سلسلے میں اپنی "علمیت" بلکہ "علامیت" کا رعب جماتے ہوئے انتہائی عیاری و مکاری کے ساتھ ان کا انکار کرتی ہے اور لوگ اسکے جھانسے میں آکر دینی و اخلاقی اقدار کو مجذوب کی ایک بڑ قرار دے کر ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ احادیث میں دجال کو اگرچہ ایک شخص یا ایک فرد قرار دیا گیا ہے جو غالباً بطور تمثیل ہے، لیکن اس کی بہت سی علامتیں موجودہ مغربی تہذیب اور اسکی ٹیکنالوجی پر صادق آتی ہیں، واللہ اعلم۔ بہر حال اس سلسلے کی چند احادیث ملاحظہ ہوں :

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ : "کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا نہ ہو، لیکن میں تم سے اس کے بارے میں ایک ایسی بات بتاتا ہوں جسے کسی نبی نے بھی اپنی قوم کو نہیں بتایا۔ وہ کانا ہوگا۔ جب کہ اللہ کانا نہیں ہے" (۱۲)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ : "دجال کی آنکھوں کے درمیان کفر یعنی کفر لکھا ہوا ہوگا"۔ (۱۳) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ : "مسیح دجال داہنی آنکھ کا کانا ہوگا گویا کہ اس کی آنکھ انگور کے دانے کی طرح ابھری ہوئی (یا بے نور) ہوگی۔ (۱۴) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ : "دجال داہنی آنکھ کا کانا اور گھنے بالوں والا ہوگا۔ اس کے ساتھ جنت اور دوزخ ہوگی، مگر اس کی دوزخ (حقیقتاً) جنت اور اسکی جنت (حقیقتاً) دوزخ ہوگی (۱۵) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ : "دجال کے ہمراہ پانی اور آگ دونوں چیزیں ہوں گی، مگر اس کی آگ (درحقیقت) ٹھنڈا پانی ہے اور اس کا پانی آگ ہے۔ لہذا تم ہلاک نہ ہو جاؤ" (۱۶)۔

وقت کا سب سے بڑا جہاد : یہ ہے وہ دجالی فتنہ اور اسکی مہیب اور ہیبتاک شکل و صورت جو واقعتاً عالم اسلام کے سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں پیچھے ہو جانے کیوجہ سے آج ابھر کر سامنے آگیا ہے اور پورے عالم انسانی کو ہڑپ کرنے کیلئے ایک خوفناک اژدھے کیطرح پھنکارتے ہوئے

(۱۲) بخاری کتاب الفتن : ۸/۱۰۲، مطبوعہ استانبول، ۱۹۸۱ء (۱۳)۔ مسلم کتاب الفتن : ۴/۲۲۴۸، مطبوعہ ریاض، ۱۹۸۰ء (۱۴)۔ ایضاً ۴/۲۲۴۷ (۱۵)۔ صحیح مسلم : ۴/۲۲۴۹ (۱۶)۔ بخاری : ۸/۱۰۳، مسلم : ۴/۲۲۴۹

اپنے جبڑے پھاڑے پوری طرح تیار کھڑا ہے۔ لہٰذا اگر اُمت مسلمہ بیدار ہو کر وقت کے اس سب سے بڑے فتنے کے استیصال کیلئے کمر بستہ نہ ہوئی تو پھر دجالی تہذیب کا سیل رواں عالم اسلام سمیت پورے عالم انسانی کو خس و خاشاک کی طرح بہالے جائے گا۔ اس فتنے کے استیصال کیلئے دو محاذوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ پہلا محاذ علمی واستدلالی ہے اور دوسرا سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں عالم اسلام کی پیش قدمی ہے، مگر ان دونوں میدانوں میں کام کرنے کیلئے اُمت مسلمہ کو سائنسی علوم میں پوری طرح رسوخ حاصل کرنا ضروری ہے ورنہ الحاد و مادیت کا جادو ٹوٹ نہیں سکتا۔ کیونکہ موجودہ "سائنس زدہ" اور "فلسفہ زدہ" قومیں سوائے "سائنسی زبان" کے کسی دوسری زبان میں بات کرنے کیلئے تیار دکھائی نہیں دیتیں۔ لہٰذا

"کلموا الناس علی قدر عقولھم"

(لوگوں سے ان کی سمجھ کے مطابق گفتگو کرو) کے اصول کے مطابق عصر جدید کے انسان پر خود اس کی زبان اور منطق کے مطابق علمی واستدلالی میدان میں شکست دے کر خدا کی حجت خدا کی ابدی سنت کے مطابق پوری کرنا وقت کی سب سے بڑی ضرورت اور سب سے بڑا جہاد ہے۔ اسی بنا پر باری تعالیٰ نے اپنی کتاب حکمت کو ہر قسم کے علمی و عقلی دلائل سے لیس کر دیا ہے تاکہ وہ ہر دور کے تقاضے کے مطابق اپنا رہبرانہ کردار ادا کرتے ہوئے نوع انسانی کی ہدایت کا باعث بن سکے۔ لہٰذا اب یہ فریضہ اہل اسلام پر عائد ہوتا ہے کہ وہ اس سلسلے کے تمام مسائل کا جائزہ لے کر پوری بیدار مغزی کے ساتھ عصر جدید کے اس سب سے بڑے چیلنج سے نپٹنے کیلئے ایک حکمت عملی تیار کریں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اعتذار

"الحق" کے سابقہ شمارہ (اپریل/مئی 1999ء) میں جناب مولانا شہاب الدین ندوی مدظلہ کے مضمون کے ساتھ سہواً قسط نمبر 2 لکھا گیا تھا۔ جو کہ درحقیقت قسط نمبر 1 ہے اور اسی طرح ہمارے محترم قاری حافظ عبدالوحید الحسینی نے اسی مضمون میں پروف کی بعض اہم غلطیوں کی طرف ہماری توجہ دلائی ہے جس پر ہم ان کے شکرگزار ہیں۔ ادارہ اس سہو پر قارئین سے معذرت خواہ ہے۔

(ادارہ)